دعوت و تحریک

یورپ میں دعوت دین کے تقاضے

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

گذشتہ سال میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ نوٹنگھم (انگلینڈ) میں ایک مارکیٹ کی طرف جا رہا تھا' تو دیکھا کہ ایک مصروف چوراہے پر کچھ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں میگافون پر کچھ کہہ رہے ہیں اور ساتھ ہی آنے جانے والوں میں پمفلٹ تقسیم کر رہے ہیں۔ پمفلٹ لے کر دیکھے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

عیسائیت کی تبلیغ کا یہ طریق کار بہت عام ہے۔ سڑکوں اور راستوں پر' مارکیٹوں اور چوراہوں میں کھڑے ہو کر لوگوں کو حضرت یسوع مسیح کے مذہب کی دعوت دی جاتی ہے۔ میں یہ سوچتا رہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو صرف بنی اسرائیل کی گم گشتہ بھیڑوں کی رکھوالی کے لیے مبعوث ہوئے تھے لیکن ان کے پیروکار ساری دنیا میں کہیں طاقت اور دہشت گردی کے زور پر' اور کہیں تبلیغ و تحریص کے ذریعے انسانوں کی پوری نسل کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک رہے ہیں اور وہ "خیر امت" جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص کار نبوت کا تسلسل برقرار رکھنے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے مبعوث فرمایا تھا' اپنا فرض منصبی فراموش کر کے کسی "مہدی منتظر" کے لیے چشم براہ ہے۔

انگلینڈ کے طول و عرض میں چند ہی ادارے ایسے ہیں جو اسلام کا پیغام لے کر مثبت انداز میں اہل کتاب یا غیر مسلموں کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر تبلیغ اور تعلیم کو اس طرح گڈمڈ کر دیا گیا ہے کہ مساجد اور اسلامک سنٹرز میں ہونے والے وعظ و دروس کو ہی تبلیغ سمجھا جاتا ہے۔ یہ غلط فہمی جتنی جلد دور کر لی جائے اتنا ہی بہتر ہے' کیونکہ مسجد میں تو وہی شخص آتا ہے جو عبادت کرنے یا دین کے بارے میں کچھ سیکھنے کے لیے ازخود مسجد میں آنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ تشنگان ہدایت جنھیں معلوم ہی نہیں کہ ان کی پیاس بجھانے کے لیے زلال صافی کے جام کہاں چھلکتے ہیں' وہ جاں بلب مریض جنھیں خبر ہی نہیں کہ ان کی بیماری کے لیے نسخہ شفا کس دکان پر دستیاب ہے' ان تک اپنی گراں قدر "متاع" کی افادیت کا پیغام پہنچانے کے لیے اہل اسلام نے اس میڈیا کی دنیا میں ابھی تک کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں کی ہے۔

اگر انسانی برادری تک پیغام ہدایت پہنچانے کا یہی طریقہ ہوتا کہ جو کوئی طلب گار بن کر نیاز مندانہ حاضری دے' اسے سرفراز کیا جائے تو اسلام کبھی فرد اول سے آگے نہ بڑھتا۔ کون نہیں جانتا کہ انبیا کرام نے اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے میلوں اور منڈیوں میں ہی نہیں بت کدوں میں بھی اذانیں دیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ کے لیے اس بت کدے کو منتخب فرمایا جس میں ان کے باپ آزر اور دوسرے صنعت گروں کے تراشیدہ بت قطار اندر قطار کھڑے تھے اور قوم انھی کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتی تھی۔ قرآن گواہ ہے کہ اس بت کدے میں جانے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تقدس مجروح ہوا نہ عظمت پیغمبرانہ پر حرف آیا بلکہ آپ نے جھوٹے خداؤں کی بے بضاعتی عملاً ثابت کر کے قوم کو لاجواب کر دیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں توحید خداوندی کے دلائل دیے اور پھر جب حق و باطل میں مقابلے کے لیے جگہ اور وقت کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے خود وقت اور دن کا انتخاب کرتے ہوئے فرمایا: "جشن کا دن طے ہوا اور دن چڑھے لوگ جمع ہوں" (طٰہٰ ۲۰:۵۹)۔ یہ ایسا دن تھا جس میں تمام لوگ دارالسلطنت میں آ جاتے اور وہاں بہت بڑا میلہ لگتا۔ آپ نے جشن کا دن' میلے کا میدان اور دن کی روشنی کو حق و باطل کے معرکے کے لیے منتخب فرمایا تاکہ کہیں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبلیغ کا آغاز فرمایا تو آپؐ ایک ایک فرد کے پاس تشریف لے جاتے' اسے توحید کی حقانیت ذہن نشین کراتے' آخرت کی جواب دہی کے تصور سے آشنا فرماتے۔ پھر آپؐ نے عرب کے روایتی میلوں کے اجتماعات سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ان میلوں میں کیا ہوتا تھا؟ یہ کوئی مذہبی یا دینی اجتماعات نہیں تھے۔ ان میں وہ سب کچھ ہوتا تھا جو عرب جاہلیت کے میلوں میں تصور کیا جا سکتا ہے۔ گھوڑدوڑ اور کشتی کے مقابلے ہوتے' مختلف کھیل اور کرتب پیش کیے جاتے' شراب کے دور چلتے اور شاعری کا مقابلہ ہوتا' عورتوں کی خوبصورتی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے اور اسی ماحول میں اس کائنات کی سب سے مقدس ہستی ایک ایک فرد' ایک ایک قبیلے اور گروہ کے پاس جاتی اور کہتی---' قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا' "لا الٰہ الا اللہ کہو' کامیاب ہو جاؤ گے"۔

حجاز میں عکاظ' یعینہ اور ذی المجاز کے میلے لگتے جن میں دور دراز سے لوگ آتے' آپؐ ہر میلے میں تشریف لے جاتے اور لوگوں تک اسلام کی تعلیمات پہنچاتے۔ ہر گلی اور محلے میں تشریف لے جاتے' رؤسائے قریش سے ملتے' عام لوگوں سے راہ و رسم پیدا کرتے' ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے' ان کے بیماروں کی تیمارداری کرتے' ان کے فقرا و مساکین کو خود کما کر کھلاتے' ان کے بوجھ اٹھاتے' ان کے قرضے ادا کرتے' ان کی امانتوں کی حفاظت فرماتے' ان کی مہمان نوازی فرماتے اور ناگہانی آفتوں میں ان کے لیے اپنی خدمات وقف کر دیتے۔ یہ کون لوگ تھے جن کی خدمت کے لیے کائنات کا آقا وقف ہو گیا تھا؟ یہ وہی لوگ

تھے جو بتوں کو پوجتے، شراب پیتے، جوا کھیلتے، بدکاری کرتے، بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے، چوریاں کرتے، ڈاکے ڈالتے، یتیموں کے مال ہڑپ کر جاتے۔ لیکن بنی نوع انسان کی رہنمائی کی ذمہ داری اٹھانے والے آقا اس امر سے آگاہ تھے کہ یہی ان کا خام مال (raw material) ہے اور کوئی صنعت کار اپنے خام مال سے نفرت نہیں کرتا، خواہ وہ کسی حالت میں ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسانی کے کسی ایک متعین طریقے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس دور میں جتنے طریقے متداول تھے، آپ نے اختیار فرمائے۔ آپ نے ایک ایک فرد تک رسائی حاصل کر کے اور انفرادی ملاقاتیں کر کے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا، آپ نے جلسوں، اجتماعات اور میلوں سے خطاب فرمایا، آپ نے اہل علم کے وفود بھیج کر اسلام کے پیغام کو عام کیا، آپ نے امرا اور بادشاہوں کے نام خطوط لکھ کر ان کو اسلام کی دعوت دی، آپ نے باہر سے آنے والے وفود کے سامنے قرآن حکیم کی تعلیمات پیش کیں، آپ نے اسلام کی راہ میں مزاحم طاقتوں کو اس طرح سے ہٹا دیا جس طرح کسی شخص کے جسم کے گلے سڑے عضو کو آپریشن کر کے الگ کر دیا جاتا ہے تاکہ جسم کے صحت مند حصوں کو اس کے زہر سے بچایا جائے۔

آپ کا یہ طریق تبلیغ ہمیں بتاتا ہے کہ اپنے دور کے مطابق ہمیں ہر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکے۔

آج الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ معلومات کا سیلاب لمحوں میں دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پہنچ رہا ہے۔ ہم اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ آج ہر طرح کی معلومات بہت عام ہیں اور ہر شخص کی رسائی میں ہیں، جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ صرف وہی معلومات دنیا بھر میں عام کی جاتی ہیں جنھیں عالمی خبر رساں ایجنسیاں عام کرنا چاہتی ہیں اور یہ کوئی راز نہیں کہ عالمی میڈیا مکمل طور پر یہود کے قبضے میں ہے اور یہود جو چیز دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں لمحوں میں ساری دنیا میں مشہور کر دیتے ہیں، جب کہ مسلمانوں کے پاس ایسا کوئی ادارہ بھی نہیں ہے جو دنیا میں سچ عام کرنے کے لیے موثر کردار ادا کر سکے۔

بلاشبہ تبلیغی جماعت کے اثرات ساری دنیا میں حیرت انگیز ہیں۔ مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ نے کام کے موجودہ طریق کار اور معیار کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن حکیم پڑھانے کے لیے پہلے قاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔ یقیناً ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ قاعدہ پڑھنے والوں کو آگے کے تعلیمی مراحل سے بھی آشنا کیا جائے گا۔ لہٰذا طریق کار میں تنوع پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وسعت کے ساتھ ترقی کا عمل بھی جاری رہے۔

جو لوگ نسلاً بعد نسل مسلمان ہیں گو انھیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ قدیم ترین زمانے سے اسلام

سے وابستہ ہیں لیکن بالعموم ان میں وہ جوش، جذبہ اور ولولہ مدہم پڑ جاتا ہے جو نئے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ نئے خون کو شامل کرنے اور ان کے جوش اور ولولے سے فائدہ اٹھانے کی مساعی تیز تر کی جائیں۔

برصغیر پاک و ہند کے معروف دینی مدارس کے فضلا نے دنیا کے طول و عرض میں دینی مدارس قائم کیے ہیں جنھیں دیکھ کر ایک گونہ خوشی ہوتی ہے۔ اگر دینی تعلیم کے لیے مقامی زبانوں کو ہی ذریعہ اظہار و تدریس بنایا جائے اور بطور اساتذہ مقامی علما کی خدمات حاصل کی جائیں اور طلبہ کو اسلام کی اصلی زبان یعنی عربی کی تعلیم کا ہی مکلف بنایا جائے تو نہ صرف محنت، وقت اور وسائل میں کفایت ہو سکتی ہے بلکہ اسلام ان ممالک میں زبان و ثقافت کے حوالے سے اپنی جڑیں مضبوط کر سکتا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ کسی متعین زبان کے لیے اصرار کرنا اسلام کی آفاقیت سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ ابھی پچھلی صدی تک ہمارے ہاں فارسی ذریعہ تدریس تھی۔ اب بھی کئی مدارس میں علاقائی زبانوں میں تدریس ہوتی ہے اس لیے انگلینڈ، امریکہ، جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ ممالک کے لیے عربی اور انگریزی پر مکمل دسترس رکھنے والے اساتذہ کی جو دینی کتب کی تدریس میں مہارت رکھتے ہوں، تربیت اور تیاری کی ضرورت ہے۔

غیر ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کی تربیت بھی خصوصی توجہ چاہتی ہے۔ انگلینڈ میں ایک نومسلم، مسلمانوں کے بارے میں یہ شکایت کر رہے تھے کہ کوئی مسلمان اپنے پڑوسی انگریز کی خیر و عافیت دریافت نہیں کرتا، کبھی اسے کھانے یا چائے پر نہیں بلاتا بلکہ جب آمنا سامنا ہو تو معمول کی مسکراہٹوں کے تبادلے کے بجائے اس طرح گھور گھور کر دیکھتا ہے جیسے ان میں نفرت و عداوت کا رشتہ ہے۔ آخر مسلمان رسول اکرمؐ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیوں نہیں کرتے اور اپنے اخلاق و کردار سے، اپنے برتاؤ اور خدمت خلق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ کیوں نہیں بنا لیتے؟ قرآن حکیم تو یہ کہتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی عدیم النظیر محبت اور جانثاری کا سبب نبی اکرمؐ کا نرم مزاج اور حسن اخلاق تھا۔ اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو اپنے تمام دوسرے کمالات کے باوجود صحابہ کرام کے دل نہ جیت سکتے۔ (آل عمران ۳:۱۵۹) مسلمانوں کے لیے قرآن حکیم کے اس پیغام میں رہنمائی کا ایک گراں قدر سبق ہے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مغرب میں مسلمانوں کے خلاف بے پناہ تعصب ہے لیکن ہمارے خیال میں یہ ایک مبالغہ آمیز بیان ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج دنیا میں کسی بھی جگہ مسلمانوں کے خلاف اس درجے کا تعصب نہیں ہے جس درجے کا تعصب مکہ معظمہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف تھا، لیکن آپ نے وہی تعصب اپنے اخلاق سے محبت میں تبدیل کر دیا۔

یہ درست ہے کہ مغرب میں ایک مخصوص حلقے میں اسلام کے خلاف بہت تعصب پایا جاتا ہے لیکن عوام میں ایسا نہیں۔ ایک صاحب جو طویل عرصے سے امریکہ میں قیام پذیر ہیں اور دعوت و تبلیغ کے کام میں مصروف، اپنے تجربات بتاتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ وہاں لوگ عقیدہ یوں تبدیل کر لیتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنا پرانا کوٹ اتار پھینکے اور اس کی جگہ نیا کوٹ زیب تن کر لے۔ اگر ہم ایسے افراد کی اس طرح تربیت کر سکیں کہ اس نومسلم کے خاندان کو احساس ہو کہ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ایک بدلا ہوا اور بہت بہتر انسان ہو گیا ہے تو اس شخص کا رویہ خود تبلیغ اسلام کا موثر ذریعہ ہو سکتا ہے۔

اہل کتاب سے رابطہ کرنے کے لیے اگر قرآن حکیم کی تعلیمات کو بنیاد بنایا جائے تو حیرت انگیز نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اہل کتاب سے مکالمے (dialogue) کے لیے ٹھوس بنیاد فراہم کی ہے۔ توحید کا عقیدہ ایک ایسی بنیاد ہے جو باہمی مفاہمت کا نقطہ آغاز ہو سکتی ہے۔ قرآن حکیم نے ایسی رہنمائی کی ہے جس کی نہ صرف واقعاتی اور تحقیقی اہمیت ہے بلکہ اس کی نفسیاتی افادیت کو شاید آج تک پورے طور پر جانچا نہیں گیا۔ اپنے آبائی عقیدے کو غلط قرار دے کر اسے ترک کر دینا بالعموم ایک انتہائی مشکل مرحلہ ہے جس سے ہر شخص آسانی سے نہیں گزر سکتا۔ قرآن حکیم نے اپنا تعارف ہی یوں کرایا ہے کہ وہ پہلی کتابوں کی تکذیب یا تغلیط نہیں کرتا بلکہ وہ ان کی تصدیق کرتا ہے اور لوگوں نے ان میں جو حک و اضافہ یا ترمیم و تنسیخ کر دی ہے اس کی اصلاح کر کے انھیں دوبارہ الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ گویا قرآن حکیم آسمانی ہدایت کا سب سے مستند، آخری اور غیر مبدل نسخہ ہے جس سے پہلی الہامی کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے اور جہاں کہیں ان کتابوں کے اندراجات میں بے یقینی پیدا ہو گئی ہے انھیں قرآن کی روشنی میں دور کیا جا سکتا ہے۔ گویا اسلام ان کے قدیم عقیدے اور مذہب کا تسلسل اور جدید ترین، مکمل ترین اور آخری الہامی ہدایت۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کو بائبل کی تکمیل اور تصحیح کرنے والی کتاب کے طور پر پیش کیا جائے۔

خدمت خلق اور دعوت دین کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ رسول اکرمؐ کے حوالے سے ہم اس کی اہمیت دیکھ چکے ہیں۔ اس اہم نکتے کو مسیحی مشنری اداروں نے بہت عمدگی سے سمجھا ہے۔ دو سال پہلے ہمیں جزائر فجی جانے کا اتفاق ہوا۔ جزائر فجی آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے درمیان ہیں۔ وہاں کے قدیم باشندے افریقہ سے آئے ہوئے ہیں۔ ان کے خدوخال میں افریقی رنگ اور شکل کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ افریقہ کے آدم خور قبائل سے تعلق رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ بھی آدم خور تھے۔ یہاں اٹھارھویں صدی میں عیسائی مشنریوں نے آنا شروع کیا۔ پہلے پہل جو عیسائی مبلغین آئے ان کو مقامی باشندے ابال کر کھا جاتے تھے۔ اس سلسلے میں کئی دلچسپ کہانیاں وہاں مشہور ہیں۔ ایک قدیم باشندے کی قبر زیارت گہ خلائق ہے جس کے

بارے میں روایت ہے کہ اس نے ننانوے افراد سے لذت کام و دہن کا کام لیا۔ ان مشکلات کے باوجود مبلغین نے اپنی کوششوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہاں انھوں نے ایک ادارہ قائم کیا جو تمام لوگوں کو بلالحاظ مذہب و نسل مکان بنوا کر دیتا تھا۔ ہر کالونی کے وسط میں ایک گرجا تعمیر کیا جاتا اور وہاں مستقل طور پر پادری اور سسٹرز رکھی جاتیں جو بیماروں کے علاج' ضرورت مندوں کی کفالت اور دوسری رفاہی خدمات انجام دیتیں۔ مقامی آبادی سے ان کا صرف ایک مطالبہ ہوتا کہ وہ ہر اتوار کو لازماً گرجا میں آئیں اور پادری کا وعظ سنیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مقامی آبادی حلقہ بگوش مسیحیت ہو گئی۔

اب وہاں برصغیر سے گئے ہوئے مسلمان بھی خاصی تعداد میں ہیں اور بہت فعال' لیکن انھوں نے اس بات پر "اجماع" کیا ہوا ہے کہ مقامی آبادی کو اسلام کی دعوت نہیں دینا ہے۔ اگرچہ انھیں یقین ہے کہ ان لوگوں کو دعوت دینے سے بہت جلد اکثریت کو دائرہ اسلام میں لایا جا سکتا ہے۔ لیکن وہاں کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ مقامی لوگ اس قدر بے مصرف ہیں کہ ان کو دائرہ اسلام میں لانے سے ان کا بوجھ مسلمانوں پر پڑے گا۔ جس کے وہ متحمل نہیں ہو سکتے۔

لگ بھگ بیس سال پہلے مکہ معظمہ میں ایک امریکی نومسلم طالب علم سے ملاقات رہی۔ کئی روز مختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا۔ ایک روز مجھے کہنے لگے' آپ لوگ جن کے پاس دین کا حقیقی علم ہے' قیامت کے روز اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ امریکہ میں (چونکہ ان کا تعلق امریکہ سے تھا اس لیے فطری طور پر اپنے ملک کے بارے میں زیادہ حساس تھے) لاکھوں انسان حق کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں اور آپ نے ان تک پیغام نہیں پہنچایا۔ میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ آیئے ہم سب مل کر اس سوال کا جواب تیار کریں۔

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں

نئے اور اچھوتے انداز میں

کیلنڈر 97ء آ گیا

آج ہی آرڈر سے مطلع کریں۔ قیمت : 7 روپے

پیغام پبلی کیشنز

89- فیروز پور روڈ' اچھرہ' لاہور